



پاکستانی زبانوں کا لسانی و تہذیبی تناظر: ایک تجزیاتی مطالعہ LINGUISTIC AND CULTURAL PERSPECTIVES OF PAKISTANI LANGUAGES: AN ANALYTICAL STUDY

زنیرہ تبسم

پی ایچ ڈی سکالر (اردو) مسلم یو تھ یونیورسٹی اسلام آباد

ڈاکٹر محمد مسعود الحسن بدر

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو (ایڈجکٹ فیکلٹی)، مسلم یو تھ یونیورسٹی، اسلام آباد

Zunaira Tabassum

PHD Scholar (Urdu) MY University Islamabad

Dr. Muhammad Masood Ul Hassan Badar

Assistant Professor Urdu Department (Adjunct Faculty) MY University Islamabad

Abstract:

Pakistan is one of the most linguistically and culturally diverse countries in South Asia, where numerous languages reflect the rich historical, social, and cultural heritage of its people. Along with Urdu as the national language, regional languages such as Punjabi, Sindhi, Pashto, Balochi, Saraiki, Brahui, Hindko, Shina, Balti, and Khowar play a significant role in preserving indigenous traditions, literature, folklore, and cultural identity. This study explores the linguistic and cultural dimensions of Pakistani languages through a descriptive and analytical approach. It examines their historical evolution, linguistic diversity, literary significance, and contribution to the formation of national and regional identities. The study also analyzes the challenges posed by globalization, urbanization, language shift, educational policies, and digital transformation, which have affected the status and sustainability of many regional languages. The findings reveal that linguistic diversity is not a barrier to national integration but a valuable cultural resource that strengthens social cohesion and enriches Pakistan's national identity. The study concludes that the preservation and promotion of regional languages require effective language planning, mother tongue-based education, institutional support, and digital documentation. Such measures are essential to safeguard Pakistan's multilingual heritage and ensure its transmission to future generations.

Keywords:

Pakistani Languages, Linguistic Diversity, Cultural Heritage, Language Policy, National Identity, Regional Languages, Multilingualism.

زبان انسانی تہذیب کی بنیاد، فکری ارتقا کا وسیلہ اور ثقافتی شناخت کا سب سے مؤثر مظہر ہے۔ انسان کی اجتماعی زندگی، سماجی روابط، تاریخی شعور، فکری رویے اور تہذیبی اقدار زبان ہی کے ذریعے تشکیل پاتے اور ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین لسانیات، بشریات اور سماجیات زبان کو محض ابلاغ کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک ایسا سماجی و ثقافتی نظام قرار دیتے ہیں جو کسی بھی معاشرے کی فکری ساخت، تاریخی تجربات اور اجتماعی حافظے کی نمائندگی کرتا ہے۔ ڈاکٹر اشرف کمال اپنی تصنیف ”لسانیات، زبان اور رسم الخط“ میں لکھتے ہیں:

"سماج اور معاشرہ کی بنیادی اکائیوں میں سے ایک اکائی زبان بھی ہے۔ معاشرتی اشتراک میں زبان ایک مشترک عنصر ہے جو کہ سماجی فعالیت میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ معاشرے میں انسانوں کے درمیان پیدا ہونے والے باہمی تعلقات میں زبان کا کردار بڑا جاندار ہوتا ہے۔ اسی طرح معاشرے کی تشکیل زبان کی تشکیل اور رد و بدل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ زبان کی تراش خراش بناوٹ گراوٹ میں معاشرتی عمل کی کار فرمائی سے انکار کسی بھی طور پر ممکن نہیں۔" (۱)



ہر زبان اپنے بولنے والوں کے طرز فکر، طرز حیات، رسوم و رواج، اعتقادات، ادبی ذوق، جمالیاتی احساس اور معاشرتی اقدار کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اس تناظر میں زبان اور تہذیب کا رشتہ نہایت گہرا، باہمی اور ناگزیر ہے، کیونکہ زبان تہذیب کو محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی تشکیل اور ارتقا میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ محمد حسین آزاد زبان کی صوتی اور لفظی خصوصیات کی نشاندہی کرتے ہوئے ”سخن دان فارس“ میں رقم طراز ہیں:

”زبان وہ اظہار کا وسیلہ ہے کہ متواتر آوازوں کے سلسلے میں ظاہر ہوتا ہے جنہیں تقریر یا سلسلہ الفاظ یا بیان یا عبارت کہتے ہیں۔ اس مضمون کو ایک شاعرانہ لطیفے میں ادا کرتا ہوں کہ زبان ہوائی سواریاں ہیں جن میں ہمارے خیالات سوار ہو کر دل سے نکلتے ہیں اور کانوں کے رستے اوروں کے دماغوں میں پہنچتے ہیں۔ اس سے رنگین تر مضمون یہ ہے کہ جس طرح تصویر اور تحریر قلم کی دستکاری جو آنکھوں سے نظر آتی ہے اسی طرح تقریر ہمارے خیالات کی زبانی تصویر ہے جو آواز کے قلم نے ہوا پر کھینچی ہے۔ وہ صورت ماجرا، کام، مقام اور ساری حالت کانوں سے دکھائی ہے۔“ (۲)

پاکستان ایک کثیر الثقافتی، کثیر لسانی اور کثیر نسلی ریاست ہے جس کی جغرافیائی ساخت، تاریخی پس منظر اور سماجی تنوع نے اسے دنیا کے نمایاں لسانی خطوں میں شامل کر دیا ہے۔ اس سر زمین پر صدیوں سے مختلف تہذیبیں، اقوام اور لسانی گروہ آباد رہے ہیں، جنہوں نے اپنے اپنے ادوار میں زبان، ادب، فنون، روایات اور سماجی اقدار کو فروغ دیا۔ وادی سندھ کی قدیم تہذیب سے لے کر اسلامی ادوار، مغلیہ عہد، نوآبادیاتی دور اور قیام پاکستان تک اس خطے میں مختلف زبانوں نے نہ صرف باہمی تعامل کے ذریعے ارتقا پایا بلکہ ایک مشترکہ تہذیبی روایت کی تشکیل میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی تاریخی تسلسل کے باعث پاکستان کی لسانی ساخت محض مختلف زبانوں کا مجموعہ نہیں بلکہ متنوع تہذیبی تجربات، تاریخی روایات اور ثقافتی ورثے کا عکاس نظام ہے۔

پاکستان میں بولی جانے والی زبانیں مختلف لسانی خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اردو، پنجابی، سندھی، سرائیکی، ہندکو، پوٹھوہاری اور کشمیری بنیادی طور پر ہند آریائی (Indo-Aryan) شاخ سے وابستہ ہیں، جبکہ پشتو اور بلوچی ایرانی (Iranian) زبانوں کے زمرے میں شامل ہیں۔ براہوی کا تعلق دراوڑی (Dravidian) لسانی خاندان سے ہے، جبکہ بروشکی ایک منفرد (Language Isolate) زبان تصور کی جاتی ہے جس کا کسی معروف لسانی خاندان سے براہ راست تعلق ثابت نہیں ہو سکا۔ شمالی پاکستان میں شینا، بلتی، کھوار، وخی، دمیلی، گواربائی اور دیگر زبانیں بھی اپنی الگ لسانی اور ثقافتی اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ لسانی تنوع پاکستان کو دنیا کے ان ممالک میں شامل کرتا ہے جہاں مختلف زبانیں نہ صرف ایک ساتھ موجود ہیں بلکہ مسلسل باہمی تعامل، اشتراک اور اثر پذیری کے عمل سے بھی گزر رہی ہیں۔

پاکستانی زبانوں کی اہمیت صرف ان کی لسانی ساخت تک محدود نہیں بلکہ ان میں محفوظ تہذیبی ورثہ، لوک دانش، زبانی روایات، صوفیانہ افکار، مذہبی تصورات، تاریخی داستانیں، عوامی حکایات، لوک گیت، محاورات، کہاوتیں اور شعری سرمایہ بھی قومی ثقافت کا قیمتی حصہ ہیں۔ ہر زبان اپنے مخصوص جغرافیے، ماحول اور سماجی تجربات کے مطابق منفرد ثقافتی رنگ رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر پنجابی زبان میں صوفی روایت اور دیہی تہذیب کی جھلک نمایاں ہے، سندھی زبان دریائے سندھ کی تہذیب، تصوف اور رواداری کی امین ہے، پشتو زبان قبائلی روایات، غیرت، مہمان نوازی اور پشتونوی کے اصولوں کی نمائندگی کرتی ہے، جبکہ بلوچی زبان قبائلی نظم، آزادی اور روایتی اقدار کی عکاس ہے۔ اسی طرح سرائیکی، براہوی، ہندکو، شینا، بلتی اور دیگر زبانیں اپنے علاقوں کی تاریخی اور ثقافتی شناخت کو محفوظ رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔

پاکستان کی قومی زبان اردو اس تمام لسانی تنوع کے درمیان ایک رابطہ زبان (Lingua Franca) کی حیثیت رکھتی ہے۔ اردو نے برصغیر کی مختلف زبانوں، خصوصاً فارسی، عربی، ترکی اور مقامی زبانوں کے اثرات قبول کرتے ہوئے ایک ہمہ گیر ادبی اور ثقافتی روایت تشکیل دی۔ قیام پاکستان کے بعد اردو کو قومی یکجہتی اور بین الصوبائی رابطے کے ایک مؤثر ذریعہ کے طور پر اختیار کیا گیا، تاہم علاقائی زبانوں کی ادبی، تعلیمی اور ثقافتی اہمیت بھی اپنی جگہ برقرار رہی۔ اس صورت حال نے پاکستان میں لسانی وحدت اور لسانی تنوع کے درمیان ایک متوازن تعلق کو جنم دیا، جو قومی شناخت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اکیسویں صدی میں عالمگیریت (Globalization)، شہری آبادی میں اضافہ، ذرائع ابلاغ کی توسیع، ڈیجیٹل ٹیکنالوجی، انٹرنیٹ، سوشل میڈیا اور بین الاقوامی زبانوں، خصوصاً انگریزی، کے بڑھتے ہوئے اثرات نے پاکستان کی مقامی زبانوں کے لیے نئے مواقع اور نئے چیلنجز دونوں پیدا کیے ہیں۔ ایک طرف ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے علاقائی زبانوں میں اظہار، اشاعت اور تحقیق کے امکانات کو وسعت دی ہے، تو دوسری طرف کئی چھوٹی زبانیں محدود استعمال، تعلیمی عدم توجہی، بین النسلی لسانی



منتقلی میں کمی اور شہری معاشرتی تبدیلیوں کے باعث زوال کے خطرات سے دوچار ہیں۔ اگر زبانوں کے تحفظ اور فروغ کے لیے مؤثر تعلیمی، تحقیقی اور ثقافتی اقدامات نہ کیے گئے تو کئی زبانوں کے ساتھ ان کا غیر مادی ثقافتی ورثہ بھی معدوم ہو سکتا ہے۔

پاکستان کی لسانی صورت حال کا مطالعہ صرف لسانیات کے دائرے تک محدود نہیں بلکہ اس کا تعلق سماجیات، بشریات، ثقافتی مطالعات، سیاسیات، تعلیم، اہل انبیاء اور قومی شناخت جیسے بین الشعبہ جاتی (Interdisciplinary) موضوعات سے بھی ہے۔ اسی لیے جدید لسانی تحقیق میں زبان کو سماجی طاقت، ثقافتی سرمایہ، شناخت کی تشکیل اور فکری نمائندگی کے تناظر میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ زبانیں قومی ترقی، سماجی شمولیت، تعلیمی معیار، ثقافتی استحکام اور بین الثقافتی ہم آہنگی میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں، لہذا ان کے مطالعے کے لیے محض قواعدی یا ساختی تجزیہ کافی نہیں بلکہ ان کے تاریخی، تہذیبی اور سماجی پہلوؤں کا بھی جامع جائزہ ضروری ہے۔

پاکستان کا لسانی منظر نامہ اپنی ساخت، تاریخ اور تنوع کے اعتبار سے نہایت منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اس خطے میں مختلف ادوار کے دوران متعدد تہذیبوں، اقوام اور ثقافتوں کی آمد نے زبانوں کے ارتقا پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ قدیم وادی سندھ کی تہذیب سے لے کر آریاؤں، ایرانیوں، یونانیوں، عربوں، ترکوں، افغانوں اور مغلوں تک مختلف اقوام نے اس سر زمین کے لسانی سرمائے میں اضافہ کیا۔ ہر دور میں زبانوں نے ایک دوسرے سے الفاظ، محاورات، اسالیب اور صوتی و نحوی خصوصیات اخذ کیں، جس کے نتیجے میں پاکستان کی موجودہ لسانی صورت تشکیل پائی۔ یہی تاریخی تعامل پاکستانی زبانوں کو ایک منفرد لسانی اور تہذیبی شناخت عطا کرتا ہے۔

علم لسانیات دیگر علوم کے مقابلے میں ایک نیا علم ہے اور اس علم کے ماہرین ابھی گنے چنے ہیں تاہم اس علم کو جس سطح پر پذیرائی بخشی جا رہی ہے، امید واثق ہے کہ یہ علم نہایت فروغ پائے گا۔ لسانیات زبان کے معروضی ڈھانچے اور بیرونی خدوخال سے بحث کرتی ہے۔ اگرچہ زبان کے مطالعے میں یہ امکانات بھی خارج از بحث نہیں کہ زبان کا درجہ اور مقام کیا ہے۔ زبان کس طرح تہذیب کو متاثر کرتی ہے یا کس طرح خود تہذیب زبان کے اثرات قبول کرتی ہے۔

لسانیات کسی لفظ کے غلط استعمال کو بھی رد نہیں کرتی بلکہ اسے زبان کی تبدیلی قرار دیتی ہے۔ لسانیات کی ضرورت و افادیت نہ صرف اپنی زبان کو سیکھنے اور سکھانے میں قابل ذکر ہے بلکہ کسی غیر ملکی زبان کو سیکھنے میں بھی لسانیات کے قواعد و ضوابط بے حد معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر اشرف کمال لکھتے ہیں:

"کسی بھی معاشرے کی ترقی کا اندازہ اس کی زبان سے ہوتا ہے کیوں کہ زبان ہی میں پیشتر علمی سرمایہ بلکہ تمام تر علمی اثاثہ موجود ہوتا ہے۔ لسانیات زبان کی ترقی و ترویج میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لسانیات نے زبان کی ماہیت کے شعور کو عام کیا ہے۔ لسانیات نے زبان کو قصے کہانیوں کی فرضی دنیا سے نکال کر اسے سائنس کی معروضی روشنی میں پیش کیا ہے اور اس کی اصل سے پردہ اٹھایا ہے۔" (۳)

علم لسانیات کسی فن پارے کے ملفوظات سے بحث کرتا ہے گویا علم لسانیات تاثراتی تنقید سے الگ راستے پر گامزن ہے۔ روایتی تنقید اور علم لسانیات کبھی یکجا نہیں ہو سکتے۔

پروفیسر گیان چند جین اپنی کتاب "عام لسانیات" میں لکھتے ہیں کہ:

"لسانیات میں کس حد تک تجربے، قطعیت اور معروضیت کی گنجائش ہے، اس کا سب سے اہم عنصر سماج میں رہتا ہوا انسان ہے۔ اس کے پاس سوچنے اور محسوس کرنے والا ذہن ہے۔ اس انسان کے ذہن کی پیداوار زبان کو کس طرح معروضی اعتبار سے دیکھا جائے؟ جدید لسانیات کو شش کرتی ہے کہ حتی الامکان زبان کا شخصی اور معنوی عنصر نظر انداز کر کے اس کی ہیئت ہی کا مطالعہ کیا جائے۔ اصوات، صرف اور نحو کو معنوی اور نفسیاتی قدروں سے الگ کر کے مطالعہ کیا جاتا ہے، یہ طریقہ سائنسی مطالعہ ہے۔ روایتی مطالعہ سائنسی نہیں، انسانی (Humanistic) تھا۔ وہاں نفسیات اور قدروں کی اہمیت تھی۔" (۴)

لسانیاتی اعتبار سے پاکستان میں بولی جانے والی زبانیں مختلف لسانی خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں سب سے بڑا خاندان ہند-یورپی (Indo-European) ہے، جس کی ہند آریائی اور ایرانی شاخوں سے تعلق رکھنے والی زبانیں ملک میں وسیع پیمانے پر رائج ہیں۔ اردو، پنجابی، سندھی، سرائیکی، ہندکو، پوٹھوہاری اور کشمیری ہند آریائی شاخ سے تعلق رکھتی ہیں، جبکہ پشتو اور بلوچی ایرانی شاخ کی نمائندہ زبانیں ہیں۔ براہوی دراوڑی لسانی خاندان سے وابستہ ہے، جبکہ بروشکی ایک منفرد



زبان ہے جسے کسی معروف لسانی خاندان میں قطعی طور پر شامل نہیں کیا جاسکا۔ شمالی علاقوں میں شینا، بلتی، کھوار، وخی اور دیگر زبانیں بھی اپنی جداگانہ تاریخی اور لسانی خصوصیات رکھتی ہیں۔ یہ تنوع پاکستان کو دنیا کے نمایاں کثیر لسانی ممالک میں شمار کرتا ہے۔

اردو زبان برصغیر کی مختلف تہذیبی اور لسانی روایتوں کے امتزاج سے وجود میں آئی۔ اس کی بنیاد مقامی ہند آریائی بولیوں پر استوار ہوئی، لیکن عربی، فارسی اور ترکی زبانوں نے اس کے ذخیرہ الفاظ، ادبی اسلوب اور فکری روایت کو گہرائی بخشی۔ صوفی تحریک، دہلی اور دکن کے ادبی مراکز اور بعد ازاں برصغیر کی سیاسی و سماجی تبدیلیوں نے اردو کی تشکیل اور فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد اردو کو قومی زبان کی حیثیت حاصل ہوئی، جس کے نتیجے میں یہ مختلف نسلی اور لسانی اکائیوں کے درمیان رابطے کی زبان بن گئی۔ اس کے باوجود اردو نے علاقائی زبانوں کے ساتھ مسلسل لسانی تعامل برقرار رکھا، جس کے باعث اس میں مقامی الفاظ، محاورات اور ثقافتی رنگ شامل ہوتے رہے۔

پنجابی پاکستان کی سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے، جس کی جڑیں قدیم اپ بھرنش اور شورسینی پر اکرت میں ملتی ہیں۔ پنجابی زبان نے مختلف تاریخی ادوار میں فارسی، عربی اور اردو سے الفاظ اخذ کیے، تاہم اس نے اپنی صوتی، صرفی اور نحوی خصوصیات کو بڑی حد تک برقرار رکھا۔ پنجابی کی مختلف بولیاں، مثلاً ماہجی، پوٹھوہاری، دوآبی اور مالوئی، اس زبان کے اندرونی لسانی تنوع کی نمائندگی کرتی ہیں۔ پنجابی صرف ایک زبان نہیں بلکہ پنجاب کی زرعی تہذیب، صوفی روایت، لوک دانش اور اجتماعی شعور کی نمائندہ بھی ہے۔

سندھی زبان برصغیر کی قدیم ترین ادبی زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کی لسانی روایت ہزاروں سال پر محیط ہے اور اسے عربی رسم الخط میں ایک منظم ادبی زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ سندھی زبان کی اہم خصوصیت اس کا وسیع صوتی نظام، قدیم الفاظ کا تحفظ اور مختلف تہذیبوں سے اخذ کردہ لسانی عناصر ہیں۔ عرب دور حکومت کے بعد سندھی میں عربی الفاظ کی نمایاں آمیزش ہوئی، جبکہ فارسی زبان نے بھی اس کی ادبی روایت کو متاثر کیا۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست اور دیگر صوفی شعرا نے سندھی زبان کو روحانی، ادبی اور تہذیبی اظہار کا مضبوط ذریعہ بنایا۔

پشتو زبان ایرانی لسانی خاندان کی ایک اہم زبان ہے، جو خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے وسیع علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ پشتو کی ادبی روایت کئی صدیوں پر محیط ہے، جبکہ اس کی صرفی ساخت، صوتی نظام اور الفاظ کا ذخیرہ ایرانی زبانوں سے گہری مماثلت رکھتا ہے۔ خوشحال خان خٹک، رحمان بابا اور حمزہ بابا جیسے شعرا نے پشتو ادب کو نہ صرف ادبی وقار بخشا بلکہ پشتون تہذیب، قبائلی روایات، غیرت، بہادری اور مہمان نوازی جیسے سماجی تصورات کو بھی ادبی اظہار عطا کیا۔

بلوچی زبان بھی ایرانی شاخ سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی متعدد علاقائی بولیاں رائج ہیں۔ بلوچی زبان کی تشکیل پر ایرانی، عربی اور سندھی زبانوں کے اثرات نمایاں ہیں، تاہم اس نے اپنی انفرادی ساخت کو محفوظ رکھا ہے۔ بلوچی شاعری، رزمیہ داستانیں، لوک گیت اور قبائلی روایات اس زبان کے ثقافتی سرمایے کا اہم حصہ ہیں۔ اسی طرح سریانی زبان جنوبی پنجاب کی تہذیبی شناخت کی نمائندہ ہے اور اپنی نرم صوتیات، صوفی روایت اور لوک ادب کے باعث منفرد مقام رکھتی ہے۔ خواجہ غلام فرید اور دیگر صوفی شعرا نے سریانی زبان کو فکری اور روحانی اظہار کا مؤثر وسیلہ بنایا۔

پاکستان کی چھوٹی زبانیں، مثلاً برہوی، ہندکو، شینا، بلتی، کھوار، وخی، گوجری اور بروشکی، بھی قومی ثقافتی ورثے کا لازمی حصہ ہیں۔ اگرچہ ان زبانوں کے بولنے والوں کی تعداد نسبتاً کم ہے، لیکن ان میں محفوظ لوک ادب، تاریخی روایات، زبانی تاریخ، محاورات، کہاوتیں اور ثقافتی اقدار نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ زبانیں اپنے اپنے علاقوں کی شناخت، تاریخی شعور اور تہذیبی تسلسل کی علامت ہیں، اس لیے ان کا تحفظ اور فروغ قومی ثقافتی پالیسی کا اہم تقاضا ہے۔

پاکستانی زبانوں کی ایک نمایاں خصوصیت ان کا باہمی لسانی تعامل ہے۔ مختلف زبانوں کے بولنے والے صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے آئے ہیں، جس کے نتیجے میں الفاظ، محاورات، تلفظ، صرفی ساخت اور اسلوب میں مسلسل تبادلہ ہوتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی اور سریانی کے متعدد الفاظ شامل ہیں، جبکہ علاقائی زبانوں نے بھی اردو اور فارسی سے وسیع ذخیرہ الفاظ مستعار لیا ہے۔ یہ باہمی تعامل پاکستان کے لسانی اتحاد اور ثقافتی ہم آہنگی کی علامت ہے۔

ڈاکٹر گوپی چند رائے اردو زبان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے ایک لسانیاتی مضمون "اردو ہماری اردو" میں لکھتے ہیں:

"اردو کو محض اردو کہنا اسے محض ایک زبان کہنا، اسے آٹھویں شیڈول کی درجہ بندی تک محدود رکھنا اردو

کے ساتھ بے انصافی ہی نہیں پوری ہندوستانی تہذیب، ایک ہزار برسوں کی تاریخ باہمی میل ملاپ اور نئے

ہندوستان اور اس کی تعمیر کے خوابوں اور امنگوں اور امیدوں اور ولولوں کی توہین بھی ہے۔ اہل نظر جانتے



ہیں کہ اردو جینے کا ایک سلیقہ سوچنے کا ایک طریقہ بھی ہے۔ اردو محض زبان نہیں، ایک طرز زندگی ایک اسلوبِ زیست بھی ہے۔ مشترکہ تہذیب کا وہ ہاتھ بھی جس نے ہمیں گڑھا، بنایا اور سنوارا ہے اور شکل دی ہے جسے ہم آج اپنی پہچان کی ایک منزل سمجھتے ہیں۔" (۵)

اکیسویں صدی میں عالمگیریت، شہری زندگی، جدید تعلیم، ڈیجیٹل میڈیا اور انگریزی زبان کے بڑھتے ہوئے اثرات نے پاکستانی زبانوں کے ارتقا کو نئی جہت دی ہے۔ ایک طرف نئی اصطلاحات، سائنسی الفاظ اور ڈیجیٹل اظہار نے زبانوں کو وسعت دی ہے، تو دوسری جانب کئی مقامی زبانیں محدود استعمال، تعلیمی عدم توجہی اور بین انسانی منتقلی میں کمی کے باعث زوال کا شکار ہیں۔ اس صورتِ حال میں ضروری ہے کہ پاکستان کی تمام زبانوں کو تعلیمی، تحقیقی اور سرکاری سطح پر مناسب مقام دیا جائے تاکہ لسانی تنوع مستقبل میں بھی قومی ثقافتی ورثے کا فعال حصہ برقرار رہے۔

پاکستان کی لسانی شناخت دراصل اس کے تہذیبی اور ثقافتی تنوع کی عکاس ہے۔ زبان کسی بھی معاشرے کے ثقافتی وجود، تاریخی شعور، سماجی اقدار اور فکری رویوں کی سب سے مؤثر نمائندہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام ترقی یافتہ معاشروں میں زبان کو صرف ابلاغ کا ذریعہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے ثقافتی سرمائے (Cultural Capital)، اجتماعی یادداشت (Collective Memory) اور قومی شناخت (National Identity) کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے۔ پاکستان جیسے کثیر الثقافتی معاشرے میں مختلف زبانیں اپنے علاقوں کی تہذیب، رسوم و رواج، مذہبی تصورات، لوک روایات، ادبی سرمایہ اور تاریخی تجربات کو محفوظ رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ اس اعتبار سے پاکستانی زبانوں کا مطالعہ صرف لسانی تحقیق تک محدود نہیں رہتا بلکہ وہ ثقافتی مطالعات، بشریات، سماجیات اور قومی شناخت کے مباحث سے بھی گہرا تعلق رکھتا ہے۔

پاکستان کی ہر علاقائی زبان اپنے مخصوص جغرافیے، معاشرتی ماحول اور تاریخی ارتقا کے مطابق ایک منفرد تہذیبی روایت کی حامل ہے۔ پنجابی زبان پنجاب کی زرعی تہذیب، اجتماعی زندگی، خاندانی نظام، میلوں، تہواروں اور صوفی روایت کی نمائندہ ہے۔ پنجابی لوک گیت، ٹپے، مایہ، بولیاں، واریں اور قصے نہ صرف عوامی احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں بلکہ محبت، ایثار، محنت، وفاداری اور سماجی ہم آہنگی جیسے انسانی اقدار کو بھی فروغ دیتے ہیں۔ وارث شاہ کی "ہیر"، میاں محمد بخش کی "سیف الملوک" اور بابا فرید کے کلام نے پنجابی زبان کو ایسی تہذیبی وسعت عطا کی ہے جس نے مذہبی، سماجی اور ادبی روایت کو ایک دوسرے سے مربوط کر دیا۔ ان تخلیقات میں دیہی زندگی، عورت کا کردار، معاشرتی رشتے، روحانی جستجو اور انسانی محبت کو جس فنی مہارت سے پیش کیا گیا ہے، وہ پنجاب کی تہذیبی شناخت کا اہم حوالہ بن چکا ہے۔

سندھی زبان وادی سندھ کی قدیم تہذیب کی وارث ہے۔ اس زبان میں صوفیانہ افکار، رواداری، بین المذاہب ہم آہنگی، امن اور انسان دوستی کے تصورات نمایاں طور پر موجود ہیں۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی، پچل سرمست اور شیخ ایاز کی شاعری سندھی تہذیب کے فکری، روحانی اور جمالیاتی پہلوؤں کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ سندھی لوک ادب میں سسی پنوں، عمراردی، مول راہو اور نوری جام تہاچی جیسی داستانیں نہ صرف محبت اور قربانی کی علامت ہیں بلکہ وہ سندھ کی تہذیبی تاریخ، سماجی ڈھانچے اور عوامی شعور کی بھی عکاسی کرتی ہیں۔ ان داستانوں نے صدیوں سے سندھی معاشرے کی اخلاقی اور ثقافتی اقدار کو زندہ رکھا ہے۔

پشتون زبان پشتون معاشرت کی تاریخی، قبائلی اور اخلاقی روایت کی نمائندہ ہے۔ پشتون تہذیب میں غیرت، عزت، وفاداری، مہمان نوازی، جرگہ، رواداری اور بہادری جیسے تصورات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، جنہیں اجتماعی طور پر "پشتونولی" کہا جاتا ہے۔ یہ تمام اقدار پشتون ادب اور لوک روایت میں واضح طور پر نمایاں ہیں۔ خوشحال خان خٹک، رحمان بابا، حمزہ بابا اور غنی خان کی شاعری میں ایک طرف قومی غیرت، آزادی اور خودداری کا تصور موجود ہے تو دوسری طرف تصوف، محبت، اخلاق اور انسان دوستی کا پیغام بھی ملتا ہے۔ اس طرح پشتون زبان نہ صرف ایک لسانی اکائی ہے بلکہ پشتون تہذیب اور سماجی فلسفے کی نمائندہ بھی ہے۔

بلوچی زبان بلوچستان کی قبائلی تہذیب، تاریخی روایات اور سماجی اقدار کی ترجمان ہے۔ بلوچی لوک شاعری اور رزمیہ داستانیں بہادری، آزادی، وفاداری، قبائلی اتحاد اور انسانی وقار جیسے موضوعات سے عبارت ہیں۔ بلوچ معاشرے میں زبانی روایت کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے، جس کے ذریعے تاریخی واقعات، قبائلی نسب نامے، جنگی کارنامے اور سماجی اصول نسل در نسل منتقل ہوتے رہے ہیں۔ جدید بلوچی ادب نے بھی روایتی اقدار کو برقرار رکھتے ہوئے جدید سماجی مسائل، شناخت کے بحران اور ثقافتی تحفظ جیسے موضوعات کو اپنے دائرہ اظہار میں شامل کیا ہے۔

سرائیکی زبان جنوبی پنجاب کی روحانی اور ثقافتی روایت کی نمائندہ زبان ہے۔ اس خطے میں صوفی ازم نے زبان، ادب اور ثقافت کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید، پچل سرمست اور دیگر صوفی شاعر کے کلام میں محبت، وحدت، انسان دوستی اور روحانی بالیدگی کے تصورات نمایاں ہیں۔ سرائیکی وسیب کی ثقافت



میں میلوں، لوک موسیقی، جھومر، دستکاری، روایتی لباس اور مہمان نوازی کو نمایاں مقام حاصل ہے، جن کی بھرپور جھلک سرانیکی زبان کے ادب میں ملتی ہے۔ اس طرح سرانیکی زبان صرف ایک ابلاغی ذریعہ نہیں بلکہ پورے وسیع کی ثقافتی شناخت کی امین ہے۔

پاکستان کی نسبتاً چھوٹی زبانیں، مثلاً براہوی، ہندکو، شینا، بلتی، کھوار، وخی، گوجری، توروالی اور بروشکی، بھی اپنے اپنے علاقوں کی تہذیبی تاریخ کو محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ ان زبانوں میں محفوظ لوک داستانیں، دیومالائی روایات، کہانیاں، محاورے، مذہبی رسوم، زرعی معلومات اور ماحول سے متعلق مقامی دانش اس بات کی گواہ ہیں کہ زبان صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ مکمل تہذیبی نظام ہے۔ ان زبانوں کے زوال کا مطلب صرف ایک لسانی اکائی کا خاتمہ نہیں بلکہ صدیوں پر محیط ثقافتی ورثے، تاریخی یادداشت اور مقامی علم کا خلیع بھی ہے۔

پاکستانی زبانوں کی تہذیبی اہمیت کا ایک نمایاں پہلو ان کا لوک ادب ہے۔ لوک گیت، ضرب الامثال، پہیلیاں، قصے، داستانیں، لوریاں، شادی بیاہ کے گیت، مذہبی کلام اور موسیقی شاعری ہر زبان کے اندر موجود ثقافتی شعور کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ اصناف نہ صرف عوامی زندگی کی ترجمانی کرتی ہیں بلکہ مختلف نسلوں کے درمیان ثقافتی ورثے کی منتقلی کا ذریعہ بھی بنتی ہیں۔ لوک ادب میں محفوظ زبان عوام کے اجتماعی شعور، اخلاقی اقدار، معاشرتی رویوں اور تاریخی تجربات کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرتی ہے، جس کے باعث تہذیبی تسلسل برقرار رہتا ہے۔

صوفی ادب پاکستانی زبانوں کی مشترکہ تہذیبی شناخت کی سب سے مضبوط بنیادوں میں سے ایک ہے۔ تقریباً تمام بڑی علاقائی زبانوں میں صوفی شعرانے مذہبی رواداری، انسانی مساوات، محبت، امن اور اخوت کا پیغام عام کیا۔ بابا فرید، شاہ حسین، سلطان باہو، وارث شاہ، شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست، رحمان بابا، خواجہ غلام فرید اور دیگر صوفی شعرا نے زبان کو محض ادبی اظہار تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے سماجی اصلاح، روحانی تربیت اور ثقافتی ہم آہنگی کا مؤثر ذریعہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی مختلف زبانوں میں موجود صوفی ادب قومی وحدت، مذہبی ہم آہنگی اور بین الثقافتی احترام کی ایک مضبوط روایت تشکیل دیتا ہے۔

عصر حاضر میں عالمگیریت، شہری تمدن، جدید تعلیم، ڈیجیٹل ذرائع ابلاغ، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے پاکستانی زبانوں کے تہذیبی کردار کو نئے انداز میں متاثر کیا ہے۔ ایک طرف مقامی زبانوں کو ڈیجیٹل پلیٹ فارمز، آن لائن اخبارات، یوٹیوب، پوڈکاسٹس اور سوشل میڈیا کے ذریعے اظہار کے نئے مواقع ملے ہیں، جبکہ دوسری طرف انگریزی اور اردو کی بڑھتی ہوئی بالادستی کے باعث کئی چھوٹی زبانیں سماجی اور تعلیمی میدان میں محدود ہوتی جا رہی ہیں۔ نئی نسل میں مادری زبان کے استعمال میں کمی، شہری خاندانوں میں زبان کی منتقلی کا کمزور ہونا اور تعلیمی اداروں میں مقامی زبانوں کی عدم موجودگی ایسے عوامل ہیں جو مستقبل میں لسانی اور ثقافتی تنوع کے لیے خطرات پیدا کر سکتے ہیں۔

قومی شناخت کی تشکیل میں پاکستانی زبانوں کا کردار نہایت اہم ہے۔ ایک جدید ریاست کی مضبوطی صرف ایک زبان کے فروغ سے نہیں بلکہ اس کی تمام زبانوں اور ثقافتوں کے احترام سے وابستہ ہوتی ہے۔ پاکستان کی لسانی پالیسی کا بنیادی مقصد ایسا توازن پیدا کرنا ہونا چاہیے جس میں اردو قومی رابطے کی زبان کے طور پر اپنی اہمیت برقرار رکھے، انگریزی بین الاقوامی علمی و سائنسی روابط کا ذریعہ رہے، جبکہ تمام علاقائی زبانوں کو تعلیم، تحقیق، عدالتی نظام، ذرائع ابلاغ اور سرکاری اداروں میں مناسب مقام حاصل ہو۔ یہی متوازن حکمت عملی قومی یکجہتی، ثقافتی استحکام اور لسانی تنوع کے تحفظ کو یقینی بنا سکتی ہے۔

مختصراً، پاکستانی زبانوں کا تہذیبی و ثقافتی مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ زبانیں کسی بھی قوم کی تاریخی یادداشت، ادبی روایت، فکری ارتقا اور سماجی شناخت کا بنیادی ستون ہوتی ہیں۔ پاکستان کی لسانی کثرت اس کی کمزوری نہیں بلکہ اس کا ثقافتی سرمایہ ہے۔ اگر ریاست، جامعات، ادبی ادارے اور سماجی تنظیمیں مل کر علاقائی زبانوں کے تحفظ، تدریس، تحقیق اور ڈیجیٹل فروغ کے لیے مؤثر اقدامات کریں تو یہ زبانیں نہ صرف اپنی تاریخی حیثیت برقرار رکھ سکیں گی بلکہ مستقبل کی علمی، ادبی اور تہذیبی ترقی میں بھی مؤثر کردار ادا کریں گی۔

پاکستان کی لسانی صورت حال کا تنقیدی مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ زبان محض ابلاغ کا ذریعہ نہیں بلکہ طاقت (Power)، شناخت (Identity)، ثقافتی سرمایہ (Cultural Capital) اور سماجی نمائندگی (Social Representation) کا ایک مؤثر وسیلہ بھی ہے۔ جدید لسانیات اور ثقافتی مطالعات میں یہ تصور وسیع پیمانے پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ کسی بھی معاشرے میں زبانوں کی حیثیت صرف ان کے بولنے والوں کی تعداد سے متعین نہیں ہوتی بلکہ ریاستی پالیسی، تعلیمی نظام، معاشی مواقع، ذرائع ابلاغ اور سماجی رویے بھی اس کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ پاکستان میں لسانی تنوع اگرچہ قومی ثقافتی سرمائے کا اہم حصہ ہے، لیکن عملی



سطح پر مختلف زبانوں کے درمیان حیثیت، وسائل اور مواقع کی تقسیم یکساں نہیں رہی، جس کے باعث بعض زبانوں کو فروغ ملا جبکہ متعدد علاقائی اور مقامی زبانیں ہندرتج کمزور ہوتی چلی گئیں۔

بعد از نوآبادیاتی (Postcolonial) تناظر میں دیکھا جائے تو پاکستان کی لسانی صورت حال پر برطانوی نوآبادیاتی نظام کے اثرات آج بھی نمایاں ہیں۔ انگریزی زبان کو انتظامی، عدالتی، اعلیٰ تعلیم اور سرکاری امور میں جو مقام حاصل ہوا، وہ آزادی کے بعد بھی بڑی حد تک برقرار رہا۔ اس کے نتیجے میں زبان صرف ابلاغ کا ذریعہ نہیں رہی بلکہ سماجی حیثیت، معاشی ترقی اور اقتدار تک رسائی کی علامت بن گئی۔ دوسری طرف اردو کو قومی زبان کی حیثیت حاصل ہوئی، جس نے مختلف نسلی اکائیوں کے درمیان رابطے کا کردار ادا کیا، تاہم اس عمل کے دوران کئی علاقائی زبانوں کے فروغ، تدریس اور سرکاری استعمال کو مطلوبہ اہمیت نہ مل سکی۔ اس تناظر میں لسانی پالیسی کے بعض پہلو علمی حلقوں میں مسلسل بحث کا موضوع رہے ہیں۔

معروف ماہر لسانیات جوشوا فشمین نے زبان اور شناخت کے تعلق کو واضح کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ مادری زبان کسی قوم کی ثقافتی بقا اور اجتماعی شناخت کا بنیادی ستون ہوتی ہے۔ پاکستان کی مثال اس نظریے کی تائید کرتی ہے، کیونکہ پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی، براہوی، شینا، بلتی، کھوار اور دیگر زبانیں اپنے اپنے خطوں میں محض ابلاغ کا ذریعہ نہیں بلکہ تاریخی شعور، ثقافتی روایات، لوک دانش اور سماجی اقتدار کی محافظ ہیں۔ جب کسی زبان کا استعمال محدود ہوتا ہے تو اس کے ساتھ وابستہ تاریخی یادداشت، مقامی علم، لوک روایت اور تہذیبی شناخت بھی متاثر ہوتی ہے۔

فرانسیسی مفکر پیئیر بورڈیو کے نظریہ ثقافتی سرمایہ (Cultural Capital) کی روشنی میں بھی پاکستانی زبانوں کی صورت حال کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ بورڈیو کے مطابق بعض زبانیں معاشرے میں زیادہ سماجی وقار، تعلیمی فوائد اور معاشی مواقع فراہم کرتی ہیں، جبکہ دوسری زبانیں نسبتاً کم طاقت رکھتی ہیں۔ پاکستان میں انگریزی اعلیٰ تعلیم، بین الاقوامی روابط اور پیشہ ورانہ ترقی کی زبان سمجھی جاتی ہے، اردو قومی سطح پر رابطے کی زبان ہے، جبکہ بیشتر علاقائی زبانیں ثقافتی شناخت تک محدود ہو جاتی ہیں۔ اس غیر متوازن لسانی ڈھانچے نے زبانوں کے درمیان ایک درجہ بندی پیدا کی ہے، جس کے اثرات تعلیمی پالیسی، روزگار اور سماجی نقل و حرکت پر واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

جدید سماجی لسانیات (Sociolinguistics) اس بات پر زور دیتی ہے کہ کثیر لسانی معاشروں میں زبانوں کے درمیان مقابلے کے بجائے تکمیلی تعلق (Complementary Relationship) کو فروغ دیا جائے۔ پاکستان میں بھی یہی نقطہ نظر زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتا ہے، کیونکہ قومی یکجہتی کا تقاضا یہ نہیں کہ تمام شہری صرف ایک زبان استعمال کریں، بلکہ یہ ہے کہ قومی زبان، سرکاری زبان اور علاقائی زبانیں اپنی اپنی سطح پر مؤثر کردار ادا کریں۔ مادری زبان میں ابتدائی تعلیم، قومی سطح پر اردو کے ذریعے رابطہ اور عالمی سطح پر انگریزی کے ذریعے علمی و سائنسی روابط ایک متوازن لسانی پالیسی کی بنیاد بن سکتے ہیں۔

عالمگیریت (Globalization) اور ڈیجیٹل انقلاب نے پاکستانی زبانوں کے لیے بیک وقت مواقع اور چیلنجز پیدا کیے ہیں۔ ایک طرف سوشل میڈیا، ڈیجیٹل اشاعت، آن لائن لغات، الیکٹرانک کتابیں، پوڈکاسٹس اور مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) نے علاقائی زبانوں کے فروغ کے امکانات میں اضافہ کیا ہے، جبکہ دوسری طرف عالمی زبانوں کی بڑھتی ہوئی بالادستی نے کئی مقامی زبانوں کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ اگر مقامی زبانوں کے لیے معیاری ڈیجیٹل مواد، نصابی کتب، تحقیقی منصوبے اور ٹیکنالوجی پر مبنی وسائل فراہم نہ کیے گئے تو آنے والے برسوں میں کئی زبانیں اپنے فعال سماجی کردار سے محروم ہو سکتی ہیں۔

پاکستان میں زبان اور ثقافت کے باہمی تعلق کا تنقیدی جائزہ اس حقیقت کو بھی نمایاں کرتا ہے کہ علاقائی زبانیں قومی وحدت کے لیے خطرہ نہیں بلکہ اس کی بنیاد کو مزید مضبوط کرتی ہیں۔ دنیا کے کئی کامیاب کثیر لسانی ممالک، جیسے سویٹزرلینڈ، کینیڈا اور جنوبی افریقہ، اس امر کی مثال ہیں کہ مختلف زبانوں کو آئینی اور تعلیمی سطح پر مناسب مقام دے کر قومی یکجہتی کو مزید مستحکم کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان میں بھی اگر علاقائی زبانوں کی تدریس، تحقیق، سرکاری سرپرستی، اشاعتی منصوبوں اور ڈیجیٹل ترقی پر توجہ دی جائے تو لسانی تنوع قومی ترقی اور ثقافتی استحکام کا اہم ذریعہ بن سکتا ہے۔

زبان نہ کسی فرد واحد کی کاوشوں کے نتیجے میں ایجاد ہوتی ہے اور نہ اسے فنا کرنے میں کسی کے زور و زبردستی کا دخل ہوتا ہے۔ زبان کے ارتقا کی کہانی تہذیب کے ارتقا سے مشروط ہے۔ انسان کی سماجی و معاشرتی ضرورتیں زبان کو بناتی اور بگاڑتی ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی "تاریخ ادب اردو" جلد اول میں رقم طراز ہیں:

"جس طرح کائنات میں حیات کا ارتقا خود انسان کے ارتقا کی تاریخ بن جاتا ہے۔۔۔ اسی طرح زبان کا ارتقا کسی تہذیب کی تاریخ کا زریں باب بن جاتا ہے۔۔۔ مختلف تہذیبی عوامل، رنگارنگ قدرتی عناصر، مسلسل



میل جول اور رسوم معاشرت گھل مل کر رفتہ رفتہ صدیوں میں جا کر کسی زبان کے خدو خال اجاگر ہوتے ہیں۔ اسی لیے دنیا کی ہر زبان میں لسانی عمل اور ادب کی تخلیق کے درمیان وقت کا ایک طویل فاصلہ ہوتا ہے، بولی، صدیوں میں جا کر زبان بنتی ہے۔... لسانی ارتقائی تاریخ جب ایک ایسی منزل پر پہنچ جاتی ہے جہاں محسوس کرنے والا انسان، سوچنے والا ذہن اور اپنے مافی الضمیر کو دوسروں تک پہنچانے والے افراد اس زبان میں اپنی صلاحیتوں کے اظہار کی سہولت پاتے ہیں تو ادب کی تخلیق اپنا سر نکالتی ہے۔" (۶)

پاکستانی زبانوں کا مستقبل صرف ادبی سرگرمیوں سے وابستہ نہیں بلکہ مؤثر لسانی منصوبہ بندی (Language Planning)، تعلیمی اصلاحات، ثقافتی پالیسی، جدید ٹیکنالوجی کے استعمال اور ریاستی سرپرستی سے بھی جڑا ہوا ہے۔ ایک جامع لسانی پالیسی، جو قومی زبان، علاقائی زبانوں اور بین الاقوامی زبانوں کے درمیان متوازن تعلق قائم کرے، نہ صرف پاکستان کے ثقافتی ورثے کو محفوظ رکھ سکتی ہے بلکہ علمی تحقیق، سماجی شمولیت اور قومی ترقی کے عمل کو بھی زیادہ مؤثر بنا سکتی ہے۔ اسی تناظر میں پاکستانی زبانوں کا تحفظ دراصل پاکستان کی تہذیبی شناخت، ثقافتی تنوع اور قومی مستقبل کے تحفظ کے مترادف ہے۔

پاکستان اپنی لسانی اور ثقافتی کثرت کے اعتبار سے دنیا کے منفرد ممالک میں شمار ہوتا ہے، جہاں ہر زبان اپنے اندر ایک مکمل تہذیبی روایت، تاریخی شعور، ادبی سرمایہ اور اجتماعی شناخت کو سموئے ہوئے ہے۔ اس تحقیقی مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ پاکستانی زبانیں محض ابلاغ کا ذریعہ نہیں بلکہ قومی تاریخ، ثقافتی ورثے، سماجی اقدار، فکری ارتقا اور تہذیبی تسلسل کی مضبوط بنیاد ہیں۔ اردو، پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی، براہوی، ہندکو، شینا، بلتی، کھوار، بروشکی اور دیگر علاقائی زبانوں نے صدیوں کے سفر میں نہ صرف اپنے اپنے خطوں کی ثقافتی شناخت کو محفوظ رکھا بلکہ قومی سطح پر کثیر الثقافتی ہم آہنگی کے فروغ میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ زبان اور تہذیب ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ زبان کسی بھی معاشرے کی اجتماعی یادداشت، تاریخی تجربات، لوک دانش، مذہبی و فکری تصورات اور سماجی رویوں کی محافظ ہوتی ہے۔ جب کوئی زبان کمزور ہوتی ہے تو درحقیقت اس سے وابستہ تہذیبی ورثہ، ادبی روایت، مقامی علم اور تاریخی شعور بھی زوال پذیر ہونے لگتے ہیں۔ اسی لیے پاکستانی زبانوں کا تحفظ صرف لسانی ضرورت نہیں بلکہ قومی ثقافتی شناخت، تاریخی تسلسل اور فکری خود مختاری کے تحفظ کا تقاضا بھی ہے۔

عصر حاضر میں عالمگیریت، جدید ذرائع ابلاغ، ڈیجیٹل ٹیکنالوجی، شہری معاشرت اور بین الاقوامی زبانوں کے بڑھتے ہوئے اثرات نے پاکستانی زبانوں کے لیے ایک نئی صورت حال پیدا کر دی ہے۔ اگرچہ ان عوامل نے اظہار اور اشاعت کے نئے امکانات فراہم کیے ہیں، تاہم ان کے نتیجے میں چھوٹی اور کمزور زبانوں کو معدومی، محدود استعمال اور بین النسلی منتقلی میں کمی جیسے سنگین خطرات کا بھی سامنا ہے۔ یہ صورت حال اس امر کی متقاضی ہے کہ ریاست، جامعات، تحقیقی ادارے، ادبی تنظیمیں اور ذرائع ابلاغ مشترکہ طور پر ایسی مؤثر حکمت عملی اختیار کریں جس کے ذریعے مادری زبانوں کی تدریس، تحقیق، اشاعت، ڈیجیٹل دستاویز سازی اور بین الاقوامی سطح پر تعارف کو فروغ دیا جاسکے۔

قومی وحدت اور لسانی تنوع ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ ایک مضبوط اور پائیدار قومی ریاست وہی ہوتی ہے جو اپنی تمام زبانوں اور ثقافتوں کو مساوی احترام اور ترقی کے مواقع فراہم کرے۔ اردو قومی رابطے کی زبان کی حیثیت سے اپنی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے تمام علاقائی زبانوں کے ساتھ ہم آہنگی کے رشتے کو مضبوط بنا سکتی ہے، جبکہ علاقائی زبانیں اپنے اپنے خطوں کی تہذیبی شناخت اور ثقافتی استحکام کی ضامن رہتی ہیں۔ اس لیے پاکستان کی لسانی پالیسی کو ایسے جامع اور متوازن اصولوں پر استوار کرنے کی ضرورت ہے جو قومی یکجہتی کے ساتھ ساتھ لسانی و ثقافتی تنوع کے تحفظ کو بھی یقینی بنائیں۔

آخر میں یہ کہنا بجا ہو گا کہ پاکستانی زبانیں اس قوم کا وہ غیر مادی ثقافتی سرمایہ ہیں جو صدیوں کے تاریخی تجربات، فکری روایت، ادبی تخلیق، لوک دانش اور تہذیبی شعور کا نچوڑ اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ ان زبانوں کا تحفظ درحقیقت پاکستان کی تہذیبی بقا، قومی شناخت، علمی خود مختاری اور ثقافتی استحکام کا تحفظ ہے۔ اگر ریاستی ادارے، جامعات، ادبی مراکز، محققین اور سماجی تنظیمیں باہمی اشتراک سے زبانوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے سنجیدہ اور مؤثر اقدامات کریں تو پاکستانی لسانی ورثہ نہ صرف آنے والی نسلوں تک محفوظ منتقل ہو گا بلکہ عالمی علمی و ثقافتی منظر نامے میں بھی پاکستان کی منفرد شناخت کو مزید مضبوط اور مؤثر انداز میں اجاگر کرے گا۔ یہی اس تحقیق کا بنیادی حاصل اور مستقبل کے لیے اس کا اہم ترین پیغام ہے۔



- ۱۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، لسانیات، زبان اور رسم الخط، مثال پبلشرز، امین پور بازار، فیصل آباد، ۲۰۱۲ء، ص ۱۳
- ۲۔ آزاد، محمد حسین، مولانا، سخن دان فارس، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۱۵
- ۳۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، لسانیات، زبان اور رسم الخط، ص ۱۲۳
- ۴۔ گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۷
- ۵۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اردو زبان اور لسانیات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۵۲
- ۶۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو (جلد اول)، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اول ۱۹۷۵ء، ص ۱